اب فطری نظام حیات کی ضرورت ہے

از مبشر علی حسن سندی پوری

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

سبحان اللہ! کتنا سہانا وقت ہے موسم بہار کا!!! صبح صبح نیم سرد ہوائیں چل رہی ہیں۔ دن کو مناسب دھوپ، رات کو موزوں چاندنی سے خلق الٰہی اپنے اپنے مزاج کے مطابق استفادہ کر رہی ہے۔ پرندے فضا میں تیر رہے ہیں۔ کبھی پروں کو جسم کے ساتھ ملاتے ہیں اور کبھی ڈھیلے چھوڑ دیتے ہیں۔ اپنے پروں کو پھڑپھڑا کر خوشی اور مسرت کے گیت گا رہے ہیں بلبلیں باغوں میں نغمے سنا رہی ہیں۔

سبزہ زاروں کی طرف نگاہ اٹھایئے تو آنکھوں کو سبزہ و ہریالی سے بھینی بھینی تراوت محسوس ہوتی ہے۔ مرغزاروں کی جانب کان لگایئے تو دل کو موہ لینے والی میٹھی میٹھی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ چراگاہوں کی طرف دیکھئے تو مویشی چرنے کے ساتھ ساتھ خوشیاں منانے میں بھی مصروف ہیں۔ پہاڑوں، صحراؤں اور بیابانوں کا نظارہ کیجئے تو جمی ہوئی ریت، دبے ہوئے ذرات، لہلہاتے ہوئے لمبے لمبے درخت ننھے ننھے شگوفوں کے ساتھ نئے نئے پودے نئی کونپلوں کے ساتھ مزین نظر آ رہے ہیں۔

گویا کہ ہرا بھرا آسمان، ہر طرف چہل پہل اور زندگی کا سفر رواں دواں دکھائی دے رہا ہے۔ لمحات اپنی مسافت گھنٹوں اور دنوں، مہینوں اور سالوں کی صورت میں طے کر رہے ہیں ہر عاقل مندرجہ بالا باتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے یہی کہے گا۔

''کہ ابھی تک قدرت کا فطرتی نظام جاری و ساری ہے''

اوپر والا منظر دیکھ کر تو یقیناً دل خوش ہوتا ہے روح راضی ہوتی ہے لیکن جوں ہی ہم تصویر کا دوسرا رخ اور حالات کا چہرہ دیکھتے ہیں تو ساری خوشیاں غموں میں تبدیل

ہو جاتی ہیں۔ رنج و الم ڈیرے جما لیتے ہیں۔ بالآخر ان صبر آزما حالات کا سامنا کرنے کے لئے دل کو تھامتے ہوئے اور نگاہ کا زاویہ درست کرتے ہوئے حالات کے چہرے کا منظر دیکھتے ہیں تو کئی حضرات گتھم گتھا دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں وارداتیں اور مار دھاڑ کا شور، کہیں آہ و بکا کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ خوب چیخ و پکار ہو رہی ہے۔ کوئی تڑپ رہا ہے۔ تو کوئی کراہ رہا ہے گویا کہ قدرت کی شاہکار تخلیق گریہ زاری اور نوحہ کرنے میں مصروف ہے ظلم و ستم اور جبر و استبداد کا بازار خوب گرم ہے۔

حالات ان واقعات کو بڑی گرمجوشی سے بیان کر رہے ہیں کہ سامنے کونے میں سوئی ہوئی تاریخ انگڑائی لیتے ہوئے اٹھتی ہے اور استفسار کرتی ہے کہ کیا بات ہے۔؟؟؟

حالات اپنی بات ایک مرتبہ پھر دھراتے ہیں......

(اب تاریخ عالم سرزمین پاکستان کے متعلق کچھ گفتگو کر رہی ہے ملاحظہ فرمائیں)

تاریخ حیرت زدہ ہو کر پوچھتی ہے ذرا تعجب کے انداز میں!

ساتھ اپنا تعارف کراتے ہوئے کہتی ہے کہ مجھے ہر زمانہ کے حادثات و واقعات سے خوب آگاہی ہے قوموں کے عروج و زوال بھی میرے سامنے ہیں کہ ان میں تو کسی وقت بھی ایسی درد اور المناک چیخیں سنائی نہیں دیں اگرچہ ۱۹۷۱ء میں ایک حادثہ فاجعہ سے کچھ آوازیں سنائی دیں مگر اب تو سارا عالم ہی چیخ رہا ہے وجہ کیا ہے؟ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

حالات جواب دینے کے لئے کچھ دیر غور و فکر میں مستغرق ہو جاتے ہیں تو ان فرصت کے اوقات میں موقع شناس واقعات ان ہی لمحات میں آگے بڑھتے ہیں اور مفصل تقریر کی صورت میں حالات کی بات کو مکمل کر دیتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں۔

"کہ اس وقت ملک میں سیاسی جغرافیائی، معاشی، ثقافتی، تعلیمی اور معاشرتی مسائل روز بروز سنگین صورت اختیار کر رہے ہیں۔ اسمگلنگ اور چور بازاری عام ہے، مہنگائی آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ لسانی اور صوبائی عصبیتیں نشوونما پا رہی ہیں۔

عدالتیں تو ہیں مگر انصاف نہیں، سرحدیں تو ہیں مگر محفوظ نہیں۔ اسلحہ کے زور پر ڈکیتی اور راہزنی کے رستے ہموار ہو رہے ہیں۔

بدمعاشی، عیاشی، مکاری اور خون آشامی ایک شغل کی شکل اختیار کر چکی ہے، نفسا نفسی آپا دھاپی، افراتفری اور دھینگا مشتی کی معاشرے میں چھاپ ہے، حزب اختلاف و اقتدار کی زبردست کشمکش ہے، بیروزگاری عام ہے۔

یہ جلسے، یہ جلوس غنڈہ گردی کے ذریعے ہنگامہ آرائی بپا کر کے اقتدار کی ہوس میں، کرسی کی مستی میں، شہرت کے بھوکے سیاست، ان ادھوری سوچ والے دم کٹی ذہنیت کے مالک، لولی لنگڑی سیاست کے والی، مغرب نوا، مادہ پرست انسانیت کے قاتل نظاموں کے حامی، بظاہر چہروں پر آزادی کا لیبل لگائے ہوئے، امن، ہمدردی اور مساوات کے نام سے لوگوں کا خون چوس رہے ہیں۔

ملک کی انتظامیہ رشوت خوری اور جاگیردار طبقہ سود خوری کی لعنت سے مزین نظر آتے ہیں اشیائے صرف ان کی بدعنوانیوں کی بدولت اصلی کی بجائے کھوٹی مل رہی ہیں جانی و مالی نقصان ہو رہا ہے۔ طرح طرح کے مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ اپنی اپنی جگہ پر ہر فرد پریشان حال نظر آتا ہے کوئی پرسان حال نہیں۔

ان مسائل نے لوگوں کو اتنا مجنوں بنا رکھا ہے حتی کہ حالت یہ ہو گئی ہے کہ دل میلے، صفیں کج، سجدے بے ذوق، ذہن پریشان اور فکریں جھنجھلا چکی ہیں۔

آخر میں واقعات تاریخ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی بات ان اشعار پر ختم کر دیتے ہیں۔

مجھ کو تو یہ دنیا نظر آتی ہے دگرگوں
معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا
ہر سینے میں اک صبح قیامت ہے نمودار
افکار جوانوں کے ہوئے زیر و زبر کیا

تاریخ پورے انبساط قلب اور شرح صدر سے ان کلمات کو دھراتی ہے تو اب اپنے دونوں مصاحبوں (حالات و واقعات) کو مخاطب کرتے ہوئے کہتی ہے (کہ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا کہ تمہاری)

نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
خرد کھو گئی ہے چار سو میں

پھر تاریخ لمحات کو گھورتے ہوئے کہتی ہے کہ

"تیرے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے"

تو وہ ہوں ہوں کرکے سرنیچا کرلیتے ہیں ان کی زبان سے یہ کلمات جاری ہوجاتے ہیں کہ

محبت کا جنون باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خون باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشان، سجدے بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

واقعات حالات کی جانب دیکھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں لیکن جو کچھ کہنا ہے وہ ذہن میں نہیں آرہا ہے تو اس موقع پر واقعات لمحات کی طرح اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

چمن میں رخت گل شبنم سے تر ہے
سمن ہے، سبز ہے، باد سحر ہے
مگر ہنگامہ ہو سکتا ہے گرم
یہاں کا لالہ بے سوز جگر ہے

تاریخ ایک دفعہ پھر لمحات کو جنجھوڑتی ہے کہ!

کس طرح ہوا کند تیرا نشتر تحقیق

ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک

واقعات ایک مرتبہ پھر جی کھول کر تبصرہ کر دیتے ہیں کہ یہ تو اس وقت کی بات ہے جب ہماری شان یہ تھی

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

لیکن اب

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلماں کدھر جائے

تاریخ متوجہ ہوتے ہوئے کہتی ہے!

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضا مند
تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

اس پر مستزاد۔

جرات ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مرد خدا ملک خدا تنگ نہیں ہے

بڑی دیر سے ادھر حالات کھڑے سسکیاں لے رہے ہیں۔ پریشانی کے عالم میں کلیجہ منہ کو آرہا ہے سانس گھٹنے کو ہے جواب ذہن میں نہیں آرہا چہرے پر مسکینی چھائی ہوئی ہے نہایت عاجزی اور تذلل سے تاریخ کی جانب رخ کرتے ہوئے حل چاہتے ہیں چنانچہ اسے دیکھتے ہی اس کو ترس آجاتا ہے تو یہ اپنے روشن دماغ سے اسے خبردار کرتے ہوئے کہتی ہے۔

"کہ ساری تباہی غیر فطری نظام کی وجہ سے ہے"

اس کا بہترین حل کیا ہے؟ حالات دبے ہوئے لہجے سے دریافت کرتے ہیں۔

"آج اس نظام کے نفاذ کی ضرورت ہے جو فطرت انسانی کے عین موافق ہے"

تاریخ جواب دے دیتی ہے۔

حالات کچھ پرسکون لہجے سے گفتگو کرنا شروع کر دیتے ہیں اور تاریخ سے پوچھتے ہیں کہ یہ نظام ہمیں کہاں سے ملے گا؟"

تاریخ دو ٹوک الفاظ میں صاف اور شفاف جواب دیتے ہوئے کہتی ہے کہ وہ نظام آپ کو ملے گا محض قرآن اور حدیث سے۔

پھر حالات سنجیدہ ہو کر اس نظام کے طریقہ نفاذ کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے تاریخ سے رجوع کرتے ہیں۔

جواب ملتا ہے کہ تم امام مالکؒ کے الفاظ پر غور کرو۔ تو وہ لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔

تاریخ کہتی ہے کہ تم نہیں جانتے ہو تو پھر جان لو!

"لا یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا"

ترجمہ: اس امت کا آخری عہد بھی اسی طریقے سے درست ہوگا جس طریقے سے اس کا پہلا زمانہ۔

پھر حالات کہتے ہیں تاریخ سے کہ اسے اپنائے گا کون؟ تو تاریخ جواب دیتی ہے کہ مرد مومن!

تو پھر وہ مرد مومن کی خصوصیات پوچھتے ہیں۔

تو یہ کہتی ہے۔

کہ اب تقریر کی ضرورت نہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کرلیجئے نظر آئے گا۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

محو گفتگو ہونے سے کافی سارا وقت گزر جاتا ہے حتیٰ کہ شام ہو گئی ہے ہر چیز

سناٹا چھا جاتا ہے تاریکی پورے جوش کے ساتھ چھا رہی ہے یکایک اندھیرا ہو جاتا ہے تو لمحات اور واقعات منہ لپیٹے ہوئے ایک طرف رخ کر لیتے ہیں اور حالات سنجیدہ ہو کر حساس قلب اور فکر صحیح کی تلاش شروع کر دیتے ہیں رہی تاریخ تو اس نے اپنا فرض ادا کر کے پس منظر سنایا اور تہہ منظر کی بات کی اب کھڑی دیکھ دیکھ کر پیش منظر کو نوٹ کر رہی ہے اس طرح یہ سب اپنا اپنا کردار ادا کرنے کے بعد ایک دوسرے کو الوداع کہتے ہوئے اور ہمیں یہ سبق سکھاتے ہوئے جدا ہو جاتے ہیں۔

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی
دوڑ زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اللھم اھدنا۔